مسلک اہلحدیث کا داعی اور ترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
پاکستان
جلد ۳۵ ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ جمعۃ المبارک ۳ فروری ۱۹۸۴ء شمارہ ۲۷
مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
محمد سلیمان انصاری
سالانہ — ۵۰ روپے
فی پرچہ — ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے: ۲۰ پونڈ

## مندرجات

درس قرآن و حدیث

ص - ی

# نمازِ استسقاء اور دُعاء و استغفار کا اہتمام کیا جائے

امساکِ بارانِ رحمت کی وجہ سے گندم کی زیر کاشت فصل کے نقصان کا جو اندیشہ ہے، اس کے پیشِ نظر نمازِ استسقاء اور دُعائے مغفرت کی شدید ضرورت ہے یعنی لوگ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ گڑگڑا کر اپنے رب کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور توبہ و استغفار کریں کہ توبہ و استغفار کو بھی اللہ تعالےٰ نے نزولِ باراں اور اس کے ذریعے سے خوشحالی کا سبب قرآن کریم میں بتلایا ہے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کہا تھا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ (سورہ نوح - ۱۰-۱۲)

اس لئے ہر مقام کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ نمازِ استسقاء کا بھی اہتمام کریں اور دُعاء و استغفار کا بھی۔ چنانچہ ذیل میں بارش کے لئے چند مسنون دعائیں درج ہیں جو آج کل خصوصی طور پر اللہ تعالےٰ کے حضور کی جانی چاہئیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ

(۲) اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا مَرِيْعًا نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ

(۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ (مشکوٰۃ، باب الاستسقاء، ص ۱۳۲)

## نمازِ استسقاء کا طریقہ

نمازِ استسقاء کسی کھلے میدان میں ادا کی جائے۔ لباس سادہ ہو، خشوع و خضوع، عاجزی و مسکینی اور ابتہال و تضرع کا خوب خوب اظہار ہو۔ دو رکعت نماز با جماعت ادا کر کے مذکورہ دعائیں مانگی جائیں۔ دعا میں ہتھیلیوں کی پشت آسمان کی طرف کی جائے۔ اور تحویلِ رداء (چادر بدلنے) کا بھی اہتمام ہو۔

اللہ تعالےٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اپنے غضب و عتاب سے محفوظ رکھے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ عَلٰى حَالِنَا وَلَا تَنْظُرْ اِلٰى سُوْءِ اَعْمَالِنَا۔ اَللّٰهُمَّ اصْنَعْ بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهٗ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا مَا نَحْنُ بِاَهْلِهٖ۔

# عالمِ اسلام کے اتحاد کی بُنیاد فقط کتاب و سُنّت ہے

کاسابلانکا (مراکش) میں چوتھی چار روزہ اسلامی سربراہی کانفرنس ختم ہوگئی۔ ایجنڈے پر مختلف اُمور زیرِ بحث آئے جن پر متفقہ فیصلے کئے گئے البتہ اس کانفرنس میں مصر کی دوبارہ شمولیت پر اختلافِ رائے کے باعث رائے شماری کی نوبت آئی۔ صدرِ پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے اس سلسلے میں جو تقریر فرمائی وہ بلاشبہ نہایت وقیع تھی اور ان کی صحیح سوچ اور جذبۂ ایمانی کی آئینہ دار تھی۔ بعض اسلامی ممالک جو جمہوریت کی وضع کردہ " دائیں بائیں بازو" کی اصطلاحوں کو حرفِ آخر سمجھے ہوئے ہیں اور خود کو بائیں بازو سے وابستہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس پر ہمارے صدرِ گرامی محترم ضیاء الحق نے اس کانفرنس میں احقاقِ حق کی نہایت عمدہ مثال قائم کی اور اہلِ کانفرنس پر واضح کر دیا کہ اسلام میں کوئی دایاں بایاں بازو نہیں، اُمتِ مسلمہ کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے (خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم) ہمیں اسی پر چلنا چاہیئے۔ اور اسی نقطے پہ اتحادِ اسلامی ممکن ہے۔ اتحادِ عالمِ اسلام کی بنیاد بلاشبہ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ہے۔ عرب و عجم کی تقسیم اور فقہی مسالک کا اختلاف اسی بنیادی نقطے پر ختم ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اتحاد کی کوئی دوسری صورت ممکن نہیں۔ ہمارے انتشار اور مجموعی طور پر اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب صرف یہی ہے کہ ہم نے کتاب و سُنّت کا دامن چھوڑ رکھا ہے اور افسوس ہے کہ جو دعوتِ اسلام نے اہلِ کتاب کو پیش کی تھی وہ آج ہمیں خود اہلِ کتاب و سنّت " کو دینی پڑ رہی ہے۔

تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ........ الآیہ !!

آخر میں ہم اپنے محترم المقام صدر کی خدمت میں یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس طرح عالمِ اسلام کے اتحاد کے لئے آپ نے کتاب و سُنّت کو حرفِ آخر قرار دیا ہے اسی طرح ضرورت ہے کہ یہاں بھی اسلام کے نفاذ کے لئے کتاب و سنّت ہی کو بنیاد بنایا جائے۔ اور اسے پوری قوت سے نافذ کیا جائے۔ اسی میں فلاحِ قوم اور اتحادِ ملّت مضمر ہے اور اسی کے ذریعے آپ کا نفاذِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا ؎

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند
سُوئے مادر آکہ تیمارت کند

# وفیات الاعیان

گذشتہ دنوں بعض اہم شخصیات یکے بعد دیگرے اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ......! یہ نظامِ قدرت ہے جس میں کسی انسان کو مجالِ سخن نہیں ہے اور یہ نظام اتنا لگا بندھا ہے کہ اس میں کسی طرح نہ تاخیر ہو سکتی ہے نہ تعجیل ...... وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (آلِ عمران)

۱۔ پہلی خبر جو اخبارات میں شائع ہوئی وہ ریٹائرڈ میجر جنرل اکبر خاں کی تھی۔ یہ جنرل صاحب اپنے آپ کو جرنیل سے زیادہ "رنگروٹ" کہلانا پسند کرتے تھے۔ اور اپنی تحریروں میں بھی اپنے ہاتھ سے اس لفظ کو اپنے "لاحقے" کے طور پر لکھا کرتے تھے۔ انگریزی دور کے یہ پہلے ہندوستانی افسر تھے جن کو کمشن کا رینک دیا گیا۔ اور پھر آپ میجر جنرل کے عہدے سے ریٹائر ہوئے آپ کو اسلام سے بے پناہ محبت تھی اور ایک فوجی کی حیثیت سے انہوں نے اسلام کے فوجی جرنیلوں اور رہبروں پہ کتابیں لکھیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد چالیس سے بھی زیادہ ہے جن میں انہوں نے اسلامی عسکری تنظیم اور جذبہ جہاد و فدویت کے جیالوں پر قلم اٹھایا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور لغزشوں سے درگذر فرما کر ان کی عاقبت بخیر کرے۔

۲۔ دوسری شخصیت جو ہم سے جدا ہوئی وہ وار برٹن کے حاجی غلام احمد صاحب تھے جو ماہنامہ "المجاہد" کے مالک و مدیر تھے۔ وہ ایک بے باک صحافی اور حق گو اہلِ قلم تھے۔ المجاہد میں ان کے شذرات دو ٹوک اور واضح ہوتے اور وہ ملی اور دینی مسائل پر اپنے فکر و نظر کی روشنی میں کھل کر اظہارِ خیال کرتے۔ ان کی وفات سے "المجاہد" اور مرحوم کے لواحقین ہی نہیں ملک و ملت بھی ایک ایک فدائی ملت سے محروم ہو گیا جس کی یاد تا دیر دلوں میں جگمگاتی رہے گی ؎

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۳۔ تیسری محترم شخصیت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری صاحب کی تھی۔ مولانا مرحوم "تنظیم اہلسنت والجماعۃ پاکستان" کے بانیوں میں سے تھے۔ صاحب علم و فضل اور حامل زہد و تقویٰ تھے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر سے متعلق اور مولانا حسین احمد مدنی کے تلامذہ میں سے تھے۔ مولانا بخاری مرحوم ناموس صحابہ کے تحفظ اور رفض و تشیع کی تردید و تکذیب میں سرگرم رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے اپنی زبان اور قلم کو وقف کر رکھا تھا۔ وہ اپنی حیاتِ مستعار کے آخری دنوں تک اس محاذ پر سینہ سپر رہے اور اپنے علم اور ایمان کی پوری قوت سے اس فریضہ کا حق ادا کرتے رہے۔

دعا ہے اللہ تعالےٰ مولانا بخاری مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔

۴۔ چوتھی بزرگ اور فعال شخصیت مولانا تاج محمود فیصل آبادی کی تھی جو عمر بھر ردِ قادیانیت اور تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر سرگرم عمل رہے۔

۱۹۵۳ء کی ختمِ نبوت کی تحریک میں آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور قید و بند کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دلانے کی جدوجہد میں بھی پرجوش کردار ادا کیا۔ تمام مکاتبِ فکر کی ان مشترکہ مساعی میں مولانا مرحوم صفِ اولین کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔

اس وقت چنیوٹ میں جو سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے اس کے آغاز اور تسلسل میں مولانا

(باقی صفحہ ۲۰ پر)

افکارِ معاصرین

# فتنۂ قادیانیت اور صدرِ مملکت کے ارشادات

۱۲، ربیع الاول ۱۴۰۴ھ — ۱۸ دسمبر ۱۹۸۳ء کو آٹھویں قومی سیرت کانفرنس اسلام آبادؔ سے افتتاحی خطاب کرتے ہوئے صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ختمِ نبوّت کے عقیدہ کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نبوت اور وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس لئے آپؐ کے بعد نبوت کا ہر مدّعی کاذب ہے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کو نبی، صاحبِ شریعت یا مجدد ماننے والے گمراہ اور غیر مسلم ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی حفاظت اور کفالت حکومت کا فرض ہے لیکن اگر وہ اسلام کے بنیادی نظریئے یعنی ختمِ نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش میں ہوں تو ان سے سختی سے نمٹا جائے گا۔ صدر نے کہا کہ پاکستان میں غیر مسلموں کو بہت سی آزادیاں حاصل ہیں مگر مشرکین یا منافقین یا غیر مسلموں کو نظریۂ اسلام سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔" (روزنامہ "جنگ" کراچی ۳۰ دسمبر ۱۹۸۳ء)

ایک عرصہ سے صدر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے بارے میں کچھ لوگ، پروپیگنڈہ کر رہے تھے کہ وہ قادیانی ہیں۔ یہ لوگ اس کے دلائل و شواہد بھی پیش کرتے تھے، ان میں سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ موصوف نے متعدد موقعوں پر قادیانیوں سے مسلمانوں کا سا سلوک روا رکھا، اور یہ کہ ان کے دور میں قادیانیوں کو مراعات دی گئیں —

جناب صدر اس الزام کی تردید اگرچہ کراچی کے ایک جلسہ میں بھی کر چکے تھے۔ تاہم موصوف کی زیرِ بحث تقریر کے بعد ان کے بارے میں غلط فہمیوں کے سارے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے مکروہ پروپیگنڈے کا کوئی اخلاقی جواز باقی نہیں رہتا۔

بلاشبہ ختمِ نبوت اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ اُسے اللہ تعالےٰ کی طرف سے نبی و رسول بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ نبوتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے خلاف ایک بغاوت ہے۔ یہ بات کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں کہ انگریز کے منحوس دور میں "سرکار کے خود کاشتہ پودا" کی حیثیت سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت و رسالت سے لے کر الوہیت تک کے بلند بانگ دعوے کئے۔ اگر ایسے دعوے کسی اسلامی حکومت میں کئے جاتے تو مدّعی کو یا تو دماغی شفاخانے میں پہنچایا جاتا یا اگر اس کی دماغی صحت معمول پر ہوتی تو اسے واصلِ جہنّم کیا جاتا۔ جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے "صدلقہ الموت" میں فی النّار والسقر کیا تھا اور جیسا کہ بعد کے تمام خلفائے اسلام کے دور میں مدّعیانِ نبوت سے یہی سلوک ہوتا رہا۔ قاضی عیاضؒ "الشفا بتقریب حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" میں لکھتے ہیں:-

وقد قتل عبدالملك بن مروان الحارث المتنبئ و صلبه وفعل ذلك غير واحد من الخلفاء والملوك باشباههم و اجمع علماءُ

وقتهم علیٰ صواب فعلهم، والمخالف فی ذالك من كفرهم كافر (ص ۲۵۷، ج ۲۔ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان)

"عبدالملک بن مروان نے مدعی نبوت حارث کو قتل کرکے سولی پر لٹکایا تھا، اور یہی سلوک بے شمار خلفاء و سلاطین نے اس قسم کے لوگوں سے کیا اور ان کے دور کے علماء نے بالاجماع ان کے فعل کی تصویب کی اور جس شخص کو ایسے لوگوں کے کفر میں اختلاف ہو وہ خود کافر ہے۔"

چونکہ قادیانی نبوت خود انگریز کی ساختہ و پرداختہ اور اس کے گھر کی لونڈی تھی اس لئے انگریز گورنمنٹ کے زیر سایہ قادیانی نبوت کا یہ شجرۂ خبیثہ پھلتا پھولتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اس وطن پاک میں جسے خدا و رسول کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، مرزا کی جھوٹی نبوت کا سکہ نہ چلتا لیکن بہت سے اسباب و عوامل کی بنا پر (جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں) قادیانی دسیسہ کاریاں پاکستان میں بدستور جاری رہیں۔ ہمارے حکمران طبقہ کی رواداری و فراخ قلبی کا یہ عالم رہا کہ قیام پاکستان سے ستائیس برس بعد (ستمبر ۷۴ء میں) صرف اتنی بات تسلیم کی گئی کہ جو لوگ کسی مدعی نبوت کو کسی معنی میں بھی اپنا مذہبی راہنما و پیشوا تسلیم کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں ——— اور اب نو برس بعد جناب صدر صاحب نے پہلی بار یہ وعدہ فرمایا ہے کہ:۔

"پاکستان میں غیر مسلموں کی حفاظت و کفالت حکومت کا فرض ہے لیکن اگر وہ اسلام کے بنیادی نظریے یعنی ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوشش میں ہوں تو ان سے سختی سے نمٹا جائے گا۔"

جناب صدر کے ذہن میں اس سختی سے نمٹنے کا کیا خاکہ ہے؟ اس کی وضاحت تو وہ خود ہی فرما سکتے ہیں۔ تاہم سختی سے نہیں بلکہ "نرمی سے نمٹنے" کا جو خاکہ ہمارے ذہن میں ہے وہ پیش خدمت ہے۔

**اوّل:** اگر یہ صحیح ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت، اسلام کی بنیاد پر کاری ضرب ہے تو ایسے لٹریچر کی اشاعت پر پابندی عائد کی جانی چاہئے جس میں ایک مدعی نبوت کے مشن کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کے سمجھنے کے لئے کسی باریک مطالعہ کی ضرورت نہیں کہ کوئی حکومت باغیانہ لٹریچر کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتی۔ پس جب ایسے لٹریچر کی اشاعت نہیں ہو سکتی جس میں حکومت کے خلاف کھلی بغاوت اور ملک و وطن سے کھلی غداری کی دعوت دی گئی ہو تو ایسا لٹریچر جس میں نبوت محمدیہ سے بغاوت کی دعوت دی جاتی ہو، اس کی اجازت ایک اسلامی مملکت میں کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

**دوم:** گزشتہ سالوں میں حکومت نے مردم شماری کرائی تھی اور قادیانیوں سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے مذہب کا حلفیہ اندراج کرائیں۔ اس سے قادیانیوں کے اعداد و شمار بھی ضرور سامنے آئے ہوں گے۔ قادیانی اپنے جھوٹے نبی کی سنت کے عین مطابق بڑے مبالغہ آمیز انداز میں اپنے اعداد و شمار پیش کرکے دنیا کو مرعوب کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے حقوق کا استحصال کرتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو کچھ معلوم نہیں کہ وطن عزیز میں کتنے لوگ اس فرقۂ باطلہ سے منسلک ہیں۔ اس لئے قادیانیوں کے اعداد و شمار بلا تاخیر قوم کے سامنے آنے چاہئیں۔

**سوم:** بہت سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے ایسے اسلامی ممالک میں (بشمول سعودی عرب) ملازمتیں کر رہے ہیں جہاں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع ہے اور بہت سے قادیانی مسلمانوں کے بھیس میں حرمین شریفین کو اپنے نجس قدموں سے ملوث کرتے ہیں لیکن اب تک حکومت کی طرف سے اس کے انسداد کی کوئی تدبیر نہیں کی

گئی۔ عالم اسلام خصوصاً حرمین شریفین کو قادیانی فتنہ سازشوں سے محفوظ کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قادیانیوں کے شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں ان کے مذہب کا اندراج کیا جائے۔

**چہارم :-** بہت سے قادیانی آفیسر اپنے منصب کو اپنی مذہبی تبلیغ کے لئے استعمال کرتے ہیں جو قانوناً ممنوع ہے، اس لئے تحقیق کی جائے کہ ملک میں کتنے قادیانی افسر و ملازم ہیں۔ اس تحقیق کے نتائج سے قوم کو آگاہ کیا جائے۔

**پنجم :** قادیانی اس بات پر مُصر ہیں کہ نہ صرف یہ کہ وہ مسلمان ہیں بلکہ دراصل وہی مسلمان ہیں باقی سب غیر مسلم ہیں۔ ایک غیر مسلم کا، اپنے تمام تر عقائد باطلہ کے باوجود اپنے آپ کو مسلمان کہلانا اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہے حکومت کو غیر مسلموں پر یہ پابندی عائد کرنی چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرکے اسلام اور مسلمانوں کا مذاق نہ اڑائیں۔

یہ پانچ نکات تو وہ ہیں جو سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے نمٹنے" کے ذیل میں آتے ہیں۔ اگر حکومت واقعۃً "سختی سے نمٹنے" کا ارادہ رکھتی ہے تو اس کے لئے حسبِ ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

**اوّل :-** نبوت کے جھوٹے مدعی کی اُمّت کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے کیونکہ جب یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اسلامی قانون کے خلاف ہے۔ جیسا کہ تمام اسلامی کتب میں لکھا ہے۔ مثلاً شرح فقہ اکبر میں ہے۔

التحدّی فرع دعوی النبوّۃ و دعوی النبوّۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر۔ بالاجماع (ص ۱۲۲)

"معجزہ نمائی کا چیلنج کرنا دعویٰ نبوت کی فرع ہے۔ اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالاجماع کفر ہے۔"

**تو** لازم ہے کہ جو جماعت اس جھوٹے مدعی نبوت کو اپنا روحانی پیشوا مانتی ہے۔ اسلامی قانون کی رُو سے اسے بھی خلاف قانون قرار دیا جائے۔

**دوم :** حکومت نے اسلامی تعزیرات کا قانون ملک میں نافذ کیا ہے لیکن سزائے ارتداد، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر ارشادات میں بیان فرمایا ہے کہ

مَنْ بَدَّلَ دِیْنَہٗ فَاقْتُلُوْہُ

(صحیح بخاری ۱۰۲۳)

"جو شخص اپنا دین اسلام تبدیل کرکے کفر اختیار کرلے اسے قتل کردو۔"

اور جس پر تمام فقہائے اُمّت کا اتفاق ہے اُسے حکومت نے نافذ نہیں کیا۔ اگر اسلامی تعزیرات کا نفاذ مطلوب ہے تو سزائے ارتداد کے نفاذ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ارتداد، اسلام کی نظر میں زنا اور چوری سے زیادہ سنگین جرم ہے۔ اب اگر زنا اور چوری کا انسداد بذریعہ قانون ضروری ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ارتداد کے انسداد کی کوئی تدبیر نہ کی جائے۔ الغرض یہ قانون فی الفور نافذ ہونا چاہیئے کہ جو شخص اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرے گا، اس پر سزائے ارتداد جاری ہوگی نیز یہ کہ زندیق بھی سزائے ارتداد کا مستوجب ہوگا۔

**سوم :** اگر سرکاری ملازمین کا سروے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قادیانی ہر محکمے کی شہ رگ پر بیٹھے ہیں۔ اس نوعیت کی کلیدی اسامیوں سے ان کو برطرف کیا جائے۔

**ہم** نے نہایت اختصار سے اسلام کے بنیادی عقیدۂ ختم نبوت سے کھیلنے والوں اور اسلام کی بنیادوں پر کاری ضرب لگانے والوں کے بارے میں چند تجاویز پیش کردی ہیں۔ نرم بھی اور سخت بھی ——— اب

یہ دیکھنا ہے کہ حکومت ان میں سے کتنی تدابیر کو بروئے کار لاتی ہے۔ یا اگر یہ تجاویز قابلِ قبول نہیں تو ان کو چھوڑ کر اس سلسلہ میں دیگر کیا اقدامات کرتی ہے؟

آخر میں یہ گذارش ضروری ہے کہ قادیانی اُمّت کی مثال اس وقت زخم خوردہ سانپ کی ہے جناب صدر ان کے خلاف کوئی اقدام کرتے ہیں یا نہیں یہ تو بعد کی بات ہے لیکن یہ احتیاط لازم ہے کہ یہ زخمی سانپ جناب صدر کو نہ کاٹ کھائے۔

قادیانی اخبارات و رسائل آج کل جس طرح جناب صدر کے خلاف زہر اگل رہے ہیں، وہ ان کے درونِ باطن کی نشاندہی کر رہی ہے "وما تخفی صدورھم اکبر" حق تعالیٰ شانہٗ انہیں تمام دشمنانِ اسلام کے شر سے محفوظ رکھے۔ (بینات" کراچی۔ فروری ۸۴ء)

**۴۔** اصل مسئلہ یہ ہے کہ آج سے تقریباً دس سال پہلے ستمبر ۷۴ء میں جب قومی اسمبلی نے دستوری طور پر قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کیا تو یہ ایک ایسی حقیقت کا اعتراف تھا جو دلائل و براہین کی روشنی میں پہلے ہی ثابت ہو چکی تھی۔ اُس وقت پیشِ نظر یہ تھا، اور اس کا بار بار حکومتی سطح پر اعلان کیا گیا تھا کہ اس دستوری ترمیم کی بنیاد پر متعدد قوانین بھی بنائے جائیں گے تا کہ اس دستوری اعتراف پر ٹھیک ٹھیک عملدرآمد ہو سکے۔ چنانچہ پیشِ نظر یہ تھا کہ ان نئے قوانین کے ذریعے اسلام اور قادیانیت کے درمیان التباس کے ہر راستے کو بند کر دیا جائے گا، اور اس سلسلے میں قادیانیوں کی طرف سے اسلامی اصطلاحات کے استعمال اور مسلمانوں کے درمیان اپنے عقائد کی تبلیغ کو قانوناً ممنوع قرار دیا جائے گا۔ وغیرہ

لیکن قانون سازی کا یہ کام آج تک نہیں ہو سکا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف ملک کا دستور آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیتا ہے۔ لیکن دوسری طرف یہ لوگ اپنے آپ کو نہ صرف دھڑلے سے مسلمان باور کراتے ہیں بلکہ اسلام ہی کے نام پر ان کی تبلیغ زور و شور سے جاری ہے۔ ان کے ایک گروپ نے اپنی جماعت کا نام ہی "احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام" رکھا ہوا ہے۔ دونوں گروپوں کی عبادت گاہیں آج بھی "مسجد" کے نام سے موسوم ہیں۔ اور ناواقف مسلمانوں کے لئے اشتباہ و التباس کا ایک مستقل خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے رفقاء کو آج بھی پوری ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ "صحابہ" اور اس کی بیویوں کو "اُمہات المومنین" کی تمام اصطلاحات استعمال کر کے مسلسل اپنے آپ کو مسلمان باور کرا رہے ہیں۔ اور چونکہ یہ مسلمان آبادیوں میں اس طرح گھلے ملے ہیں کہ مسلمانوں سے ان کا کوئی امتیاز ظاہر نہیں۔ اس لیے بسا اوقات ناواقف مسلمان غلط فہمی میں مبتلا ہو کر ان کے دیئے ہوئے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ صورتِ حال انتہائی افسوسناک اور تکلیف دہ ہے۔ سابقہ حکومت نے ان کے غیر مسلم اقلیت ہونے کا دستوری سطح پر اعتراف کر کے بلاشبہ ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد نہ جانے کن وجوہ و اسباب کے ماتحت وہ آخر وقت تک اس قانون سازی سے پہلو تہی کرتی رہی جو اس دستوری ترمیم کے منطقی نتیجہ کے تحت لازمی تھی۔

موجودہ حکومت چونکہ اسلام کے نام پر برسرِ اقتدار آئی۔ اور اس نے ہر شعبۂ زندگی میں اسلام کے نفاذ کو اپنا مقصدِ اوّلین ٹھہرایا، اس لئے اس حکومت سے بجا طور پر یہ توقع تھی کہ وہ اس ادھورے کام کو پورا کرنے کے لئے مناسب قانون سازی کرے گی لیکن ساڑھے چھ سال گزر جانے کے باوجود اس معاملے میں مسئلہ جوں کا توں باقی ہے اور اس کی بنا پر قادیانیوں کی طرف سے کھلم کھلا

اسلام اور اس کے شعائر و مصطلحات کا بے دھڑک استعمال کرکے دُنیا کی آنکھوں میں دُھول جھونکی جا رہی ہے۔

اس صورت حال کے بُرے اثرات یوں تو ملک کے اندر بھی کچھ کم نہیں ہیں لیکن بیرونِ ملک تو اس کی بناء پر وہ گمراہ کن پروپیگنڈا ہو رہا ہے کہ الامان! پاکستان کے اندر شائع ہونے والی قادیانی کتابیں بے دھڑک قادیانی عقائد کی تبلیغ اسلام کے نام پر کر رہی ہیں۔ یہی کتابیں دوسرے ملکوں میں اسلامی لٹریچر کے نام سے تقسیم ہوتی ہیں اور جب ایک غیر ملکی شخص یہ دیکھے گا کہ یہ کتاب پاکستان سے شائع ہوئی ہے اور اس پر اسلام کا نام لکھا ہے تو اس کو یہ شُبہ بھی نہیں گذر سکتا کہ اس میں کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ ہوگی۔

ہمیں جناب صدر سے گذارش یہ کرنی ہے کہ قادیانیت کے تعلق سے سنجیدہ ذہنوں میں اصل مسئلہ یہ ہے اور ایک اسلامی مملکت کے سربراہ کی حیثیت سے اس مسئلے کو حل کرنے کی ذمہ داری اُن کی ہے۔ قادیانیت کے بارے میں حالیہ اعلانات سے ان کی ذات کے بارے میں غلط پروپیگنڈے کا گرد و غبار بحمد اللہ چھٹ گیا ہے۔ لیکن اسلام کے رُخِ زیبا کو مُشتبہ بنانے کے لئے جو گرد و غبار قادیانیوں کی طرف سے مسلسل اُڑایا جا رہا ہے۔ اُسے چھانٹنے کا فریضہ بھی جناب صدر ہی پر عائد ہوتا ہے۔ اور جن پُر زور الفاظ میں صدرِ محترم نے فرمایا ہے کہ کسی کو اسلام کے بنیادی عقائد سے کھیلنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اُن کے پیشِ نظر اُن سے یہ گذارش بالکل حق بجانب ہوگی کہ قادیانیت کے بارے میں قانون سازی کا۔ کام جو دس سال سے تشنۂ تکمیل پڑا ہے۔ آپ ہی کے ہاتھوں انجام پانا چاہیئے۔

اس قانون سازی کے خلاف بھی آج پھر اُسی قسم کے دلائل دہرائے جا رہے ہیں۔ جیسے ۱۹۷۴ء سے پہلے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے خلاف پیش کئے جاتے تھے۔ کہا جا رہا ہے کہ یہ قانون سازی آزادیٔ فکر پر بندش لگانے کے مرادف ہوگی۔ اس سے اقلیتوں کے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے حقوق پامال ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ وہی فرسودہ دلائل ہیں جو درحقیقت ایک سیکولر ذہنیت کی پیداوار ہیں۔ ہماری دشواری یہ ہے کہ ہم زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے لیکن یہاں تصورات تمام تر وہ جاری کرنا چاہتے ہیں جو سیکولر ریاستوں میں جاری ہیں۔ اس قسم کے دلائل پیش کرنے والوں کو یہ بات یاد نہیں رہتی کہ اسلام ان مذاہب کی طرح کوئی مذہب نہیں ہے جو کسی سیکولر ریاست میں یکساں حقوق کے ساتھ جاری رہتے ہیں۔ یہ ایک مکمل دین اور کامل نظامِ حیات ہے جو ایک اسلامی ریاست کی بنیاد ہوتا ہے۔ اور اسلامی ریاست ایک نظریاتی مملکت ہوتی ہے جس کا اولین فرض اپنے اساسی نظریے کا تحفظ اور اس کا دفاع ہے۔ ایسی ریاست میں یہ بات کسی طرح برداشت نہیں کی جا سکتی کہ کوئی دوسرا مذہب یا نظریہ اس کا نام لے کر اور اس کی اصطلاحات کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کے لئے جاذبیت پیدا کرے اور اس طرح ملک کے اساسی نظریے کے امتیازات ہی کو مٹانے کے درپے ہو جائے۔ جس سے اس نظریے کا تشخص تک خطرے میں پڑ جائے۔

ایک عیسائی شخص اگر اپنے آپ کو عیسائی اور اپنی عبادت گاہ کو کلیسا کہہ کر اسلامی مملکت میں رہنا چاہے اور مملکت کے قوانین کا وفادار ہو تو اسلامی حکومت اس کی جان، مال اور آبرو کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اُسے ایک عام شہری کے تمام حقوق حاصل ہیں اور اسلام اس کا نگہبان ہے۔ لیکن اگر کوئی عیسائی اپنے تثلیث کے عقیدے کو اسلام کا نام دے اور اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہہ کر لوگو

کوشش کرے تو ایک اسلامی حکومت اس کو اس دھوکے کی اجازت نہیں دے گی۔

سوال یہ ہے کہ جب قادیانیت کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج ایک مستقل مذہب ہے تو پھر ایک اسلامی حکومت اسے یہ اجازت کیسے دے سکتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اسلام کی حیثیت سے متعارف کرائے اور اس کی اصطلاحات استعمال کرکے لوگوں کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے۔

مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے امیر محمد علی لاہوری صاحب واضح الفاظ میں لکھ چکے ہیں کہ :۔

"THE AHMADIYA MOVEMENT STANDS IN THE SAME RELATION TO ISLAM IN WHICH CHRISTIANITY STOOD TO JUDAISM."

(مباحثہ راولپنڈی، مطبوعہ قادیان صفحہ ۲۴۰)

یعنی :۔ تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ تھا۔"

اس سے صاف واضح ہے کہ لاہوری جماعت تک کو اپنی یہ پوزیشن پوری طرح معلوم ہے کہ وہ اسلام کے ساتھ کیا رشتہ رکھتی ہے؛ لیکن یہ جانتے ہوئے بھی ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عیسائیوں اور یہودیوں جیسا فرق ہے اور عیسائیت نے یہودیت کا نام استعمال نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے لئے اسلام کا نام صرف اس لئے استعمال کر رہے ہیں تاکہ لوگوں کو اس مقدس نام پر فریب دیا جا سکے — ایک اسلامی حکومت اگر اس فریب دہی کو ممنوع کرنے کے لئے کوئی قانون بنائے تو نہ صرف یہ کہ اس سے کسی کا حق سلب نہیں ہوتا بلکہ ایسا کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے۔

لہٰذا ہم حکومت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ ملک کے اساسی نظریے کا تحفظ اس کی اولین ذمہ داری ہے، اور اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ اس بات کا پورا انتظام کرے کہ کوئی دوسرا مذہب اسلام، اسلامی شعائر اور اسلامی اصطلاحات کو اس طرح استعمال نہ کر سکے جس سے کوئی مغالطہ یا اشتباہ پیدا ہو۔ چنانچہ قادیانیوں کے سلسلے میں جو قانون سازی ۱۹۷۴ء میں پیش نظر تھی اور جس کا بار بار وعدہ کیا گیا تھا اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا موجودہ حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ صرف یہی طریقہ ہے جس کے ذریعے حکومت قادیانیت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں سے عند اللہ اور عند الناس سبکدوش ہو سکتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

(ماہنامہ "البلاغ" جنوری ۸۴ء کراچی)

سیر و سوانح

پروفیسر مولانا محمد مبارک کراچی

# مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ

## پیدائش اور نام

محمد حسین بن عبدالرحیم عرف رحیم بخش قانون گو شیخ کنیت ابوسعید۔ تاریخ پیدائش ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۸۴۱ء۔ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور (مشرقی پنجاب)

## تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے علی گڑھ، لکھنؤ اور دہلی کا سفر کیا۔

دہلی میں مولانا مفتی صدرالدین آزردہ (متوفی ۱۲۸۵ھ) مولانا گلشن علی جونپوری اور مولانا نورالحسن کاندھلوی وغیرہ سے علوم معقول و منقول فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ کی تکمیل کر کے ۱۲۸۱ھ میں سندِ فراغت حاصل کر لی۔

## تحصیل حدیث

اس کے بعد شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث بہاری ثم دہلوی کی خدمت میں صحاح ستہ، مؤطا امام مالک ؒ اور مشکوٰۃ پڑھی۔ ۱۲۸۲ھ میں شیخ الکل ؒ نے جب سند عنایت کی تو اس میں خاص کر یہ الفاظ تحریر فرمائے۔

"ان له زيادة صحبة معی و مزيد اختصاص بی علی غيره من الطلبة"

## وطن واپسی

تحصیلِ علم کے بعد وطن واپس آ کر شیخ الکل ؒ کے طریقے کے مطابق فجر کی نماز کے بعد قرآن مجید کا درس شروع کیا جس کی وجہ سے دُور دُور تک آپ کی شہرت ہو گئی۔

## تدریس

ایک عرصے کے بعد لاہور مسجد چینیاں والی میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ جہاں سے تشنگانِ علم خوب سیراب ہو کر جاتے۔

## اشاعة السنة کا اجراء

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں ماہنامہ اشاعۃ السنۃ النبویۃ جاری کیا جس کا مقصد اسلام اور اہلحدیث مسلک کی اشاعت تھا۔ موصوف کی تحریریں تبحر علمی اور تحقیقاتِ بدیعہ کی آئینہ دار ہوتی تھیں۔ مشکل بحث کو آسان الفاظ میں لکھنے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

اشاعۃ السنۃ کے ذریعے ایک طرف آپ نے نیچریت (سر سید کے باطل نظریات) اور قادیانیت و عیسائیت کا رد کیا اور دوسری طرف مقلدین احناف سے بھی خوب ٹکر لی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ علمائے احناف اہلحدیث پر بے جا تنقید کرتے تھے۔ مثال کے طور پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (مرحوم) کے دادا مولوی محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے ۱۸۶۴-۶۵ء میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد" ہے، جس میں موصوف نے نہ صرف اہلحدیث کے مسجدوں سے اخراج پر زور دیا بلکہ ان کو قتل تک کرنے کا فتویٰ صادر فرمایا۔

آج کل قتل کا فتویٰ تو نہیں دیا جاتا لیکن اب بھی احناف کے مدارس میں اہل حدیث طالب علم کو حصولِ علم کی اجازت نہیں ملتی۔ جیسا کہ ۱۹۵۰ء میں دارالعلوم دیوبند سے کئی اہل حدیث طلباء کو مولانا حسین احمد مدنی (مرحوم) نے نکال دیا تھا۔

چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی تحریر کرتے ہیں۔

"متشددین اہل تقلید کے خطاب و بحث کا مقصود یہ
تھا کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث پر بلے جا تشدد کرنا چھوڑ دیں۔
جن مسائل میں یہ ان کے برخلاف عمل کرتے ہیں۔ ان مسائل
کی قوت دلائل ملاحظہ فرما کر ان کے عمل و ترجیح میں ان کو
معذور سمجھ کر معافی دیں اور اس عمل کے سبب ان کو دین
اسلام سے خارج نہ کہیں (ضمیمہ اشاعۃ السنۃ ج ۱ نمبر ۱ ص ۴)
اس بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ اختلافی مسائل نکھر کر عوام
کے سامنے آگئے اور اہل تقلید کی واماندگیوں کا بھی علم ہوا حتی کہ
شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کو تقلید کے اثبات میں
قرآن کی آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ
اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ میں وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کا اضافہ
کرنا پڑا (دیکھئے کتاب ایضاح الادلہ۔ طبع مراد آباد دیوبند۔ ص ۱۰۳) خیال رہے ایضاح الادلہ جواب الجواب

تھی مولانا بٹالوی کی کتاب کا۔ مولانا بٹالوی مرحوم نے علمائے
احناف سے دس سوال کئے تھے، جس کے جواب میں مولینا
محمود حسن دیوبندی (مرحوم) نے "ادلہ کاملہ" کتاب لکھی۔ اس
کا جواب اہلحدیث کی طرف سے "مصباح الادلہ لدفع الادلہ"
کے نام سے شائع ہوا جس کا جواب الجواب مولانا محمود حسن
دیوبندی موصوف نے "ایضاح الادلہ" کے نام سے شائع
کرایا۔

سرسید احمد خاں کے افکار و نظریات کی تردید کی
وجہ مولانا بٹالوی نے حسب ذیل الفاظ میں بیان
فرمائی ہے۔

"مسلمانوں میں خصوصاً مسلمانان اضلاع لاہور،
جالندھر، لدھیانہ وغیرہ میں کثرت سے پھیلتا جاتا ہے۔
جو لوگ اردو کے سوائے کسی فن میں لیاقت نہیں رکھتے
وہ بھی عقل و نیچر کو احکام شرعیہ پر حاکم مانتے ہیں
اور برملا کہتے ہیں کہ جس حکم شرعی یا خبر قرآن کو ہم خلاف
عقل پائیں گے۔ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ بناءً علیہ صدہا
اخبار و احکام شرعیہ کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ کوئی سود کو
حلال بتاتا ہے۔ کوئی جواز استرقاق کو شریعت سے
مٹاتا ہے۔ کوئی تعددِ نکاح کو حرام و ہمسر زنا ٹھہراتا ہے۔
کوئی ٹخنے سے اونچے ازار پہننے کو ہنسی میں اڑاتا ہے۔
کسی کو وجودِ ملائکہ سے انکار کسی کو وجودِ جن و شیاطین
میں تکرار ہے"[1]

اس کے باوجود اہل حدیث پر الزام لگایا جاتا ہے
کہ اہل حدیث سرسید احمد خاں کی پالیسیوں کے ہمنوا تھے۔

## تصانیف

مولانا ابوسعید محمد حسین مرحوم کی
تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے
جو "اشاعۃ السنۃ" کی فائلوں میں محفوظ ہیں۔ تاہم مخالف
و معاندین اہل حدیث ان کی ایک تصنیف "الاقتصاد
فی مسائل الجہاد" کی وجہ سے ان کو نشانۂ ہدف و ملامت
بناتے رہتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس وقت کے
حالات قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کئے جائیں۔

مولانا بٹالوی نے نومبر ۱۸۷۶ء کے بعد مذکورہ
کتاب لکھی جس کی وجہ سے اہلحدیث کو انگریز کا وفادار
ثابت کرنے کے لئے مذکورہ کتاب کی تشہیر کی جاتی ہے۔
لیکن اپنے اسلاف کے کارناموں پر مخالفین و معاندین نے
کبھی نظر نہیں ڈالی۔ اس لئے اٹھارویں صدی عیسوی سے
ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ برادرانِ وطن احناف کا کیا کردار
رہا ہے۔

۱۷۶۴ء میں الٰہ آباد میں ایک صلحنامہ انگریز اور
بادشاہِ دہلی کے درمیان ہوا جس کی رو سے کمپنی کو بادشاہ
دہلی کی طرف سے بنگالہ کا دیوان یعنی مالگزاری وصول

[1] اشاعۃ السنۃ ۱۲۹۶ھ۔ ۱۸۷۹ء
ص ۲۶۶، ۲۶۷ عدد ۳ ج ۲

کرنے والا افسر مقرر کر دیا گیا۔ اور اس کے عوض میں بادشاہ کا نذرانہ مقرر ہو گیا۔

جنگ پلاسی کے بعد یہ وقت تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اکثریت یعنی احناف کرام ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جاتے مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ محض تماشائی بنے ہوئے خاموشی کے ساتھ انگریز کی ملازمت کرتے رہے۔ دوسری طرف واقعہ یہ ہے کہ جب شاہ عبدالعزیز رح دہلویؒ نے (۱۲۳۹ھ میں) ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تو سید احمد شہیدؒ بریلوی کی قیادت میں تحریک مجاہدین کی بنیاد پڑی تا آنکہ ۱۸۳۱ء میں سید احمد شہید بریلوی، مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ دہلوی نے مع دوسرے رفقاء کے بمقام بالاکوٹ جام شہادت نوش فرمایا۔

اس وقت اور اس کے بعد علماء احناف کا کیا کردار رہا۔

مدرسہ غازی الدین ۱۷۹۲ء میں قائم ہوا لیکن ۱۸۲۵ء میں اس کو دہلی کالج میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس وقت مولینا رشید الدین خان مع اپنے تلمیذ خاص مولانا مملوک علی نانوتوی کے دہلی کالج میں عربی پڑھانے کے لئے مقرر ہو گئے۔

بعد ۂ مولانا مملوک علی نانوتوی کے ارشد تلامذہ مثل مولانا ذوالفقار علی (والد مکرم مولانا محمود حسن شیخ الہند مرحوم) بریلی کالج میں پروفیسر اور شعبہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس ہو گئے تھے۔ پنشن کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ رہے۔

۲۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے

۳۔ مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد بزرگوار مولینا فضل الرحمٰن دیوبندی ۱۲۷۳ھ ۱۸۵۷ء میں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔

مذکورہ افراد وہ ہیں جنہوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت کر کے تعلیم کے ذریعے عوام میں انگریزوں کی وفاداری کا شعور پیدا کیا۔

۱۸۶۳ء میں جب انگریزوں سے مولانا عبداللہ بن مولانا ولایت علی صادق پوری نے جنگ امبیلا لڑی جس میں انگریزوں کو بڑی خفت ہوئی۔ اس کے بعد جماعت مجاہدین کے خلاف بغاوت کے یکے بعد دیگرے پانچ مقدمے قائم ہوئے۔ اور آخری مقدمہ ۱۸۷۰ء میں قائم ہوا۔

اس وقت علماء احناف کا کردار یہ رہا کہ مولینا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (مشہور احراری لیڈر) کے دادا مولوی محمد بن عبدالقادر نے (اہل حدیث) سابقہ وہابیوں کے خلاف کتاب انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمساجد لکھی جس میں اہل حدیث کو مساجد سے اخراج کا ہی فتویٰ نہیں دیا بلکہ عوام کو قتل کرنے کی ترغیب دلائی۔

۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء میں دارالعلوم دیوبند قائم ہوا جس کے اکثر ارکان وہ بزرگ ہیں جن کے متعلق قاری طیب صاحب بیان کرتے ہیں۔

(مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت) ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حال پنشنرز تھے جن کے بارے میں گورنمنٹ کو شک و شبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہ تھی [1]

ہر حکومت اپنے مخالفوں کی نگرانی کرتی ہے وفاداری پر کس طرح شک کیا جا سکتا ہے۔

حق بات تو کبھی کبھی زبان پر آ ہی جاتی ہے۔ ایسے مواقع کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

۳۱ جنوری ۱۸۷۵ء بروز یکشنبہ لیفٹیننٹ گورنر [illegible]

[1] حاشیہ سوانح قاسمی ج ۲ ص ۲۴۷

تحقیق و تنقید

(قسط ۲۶)

مولانا صغیر احمد شاعف بہاری

# محمدی صراطِ مستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مستقیم

**حنفی** دوسرا مسئلہ وتر کی دو رکعتوں پر قعدہ:

وتر کی دو رکعتوں پر تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھنا ضروری ہے۔ اور اس کی چند وجوہ ہیں۔ اوّل شریعت نے ہر نماز میں دو رکعت پر قعدہ لازم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ آپؐ کا فرمان ہے۔ ہر دو رکعت پر التحیات ہے۔ ترمذی کی روایت میں فرمایا "نماز دو دو رکعت ہوتی ہے۔ ہر دو رکعتوں میں تشہد ہے"...... الغرض جب شریعت نے نماز کے لئے ایک اصول اور ضابطہ مقرر کر دیا کہ اس کی ہر دو رکعت پر قعدہ ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل...... تو نمازِ وتر کو بھی اسی قاعدے کے تحت رکھا جائے گا (صفحہ ۱۸۰)

**اہل حدیث** اگر کسی کو نگاہِ عبرت سے علماء احناف کی مجبوریاں دیکھنی ہوں تو دیکھ لے اب تک گویا چالیس سے زائد صفحات سیاہ کرنے کے باوجود لدھیانوی صاحب اپنا مدعا ثابت نہ کر سکے بلکہ مزید صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت باقی ہے اور آخری جملہ کہ "نماز وتر کو بھی اسی قاعدے کے تحت رکھا جائے گا۔" یہ آپ حضرات کی بے مائیگی پر دال ہے۔

اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے آپ نے جن خارجی روایتوں کا سہارا لیا ہے کیا خود اسوۂ رسول اس سے خالی ہے؟ جناب نماز وتر پر تو تاجدار مدینہ سے مواظبت ثابت ہے۔ لہٰذا انہی روایتوں سے ثابت کیجئے جن میں آپ سے وتر پڑھنے کا ذکر ہے لیکن احناف خوب جانتے ہیں کہ اس باب میں وہ بالکل تہی دامن ہیں لہٰذا ادھر اُدھر کا سہارا لئے بغیر کچھ ثابت کرنا مشکل ہے۔ بہرحال ان روایتوں سے وتر میں دو رکعت پر تشہد میں بیٹھنے پر استدلال کرنا برنبائے جہالت ہے۔ ان روایتوں میں عام نوافل پڑھنے کا ایک طریقہ بتلایا گیا ہے وتر سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ وتر خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھ کر اُمت کو بتلا دیا اور وہ متواتر روایتوں سے نقل ہو کر ہم تک پہنچ چکی ہیں جن میں سے بہت ساری روایتیں پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں اور بحث کے آخر میں کچھ روایتیں لکھی جائیں گی۔

**حنفی** "دوم: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث "رات کی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے" خاص صلوٰۃ اللیل اور وتر ہی کے بارے میں ارشاد فرمائی گئی ہے اس میں دو مسئلوں پر تنبیہ فرمائی گئی ہے۔ ایک یہ کہ نماز کا کم سے کم نصاب دو رکعت ہے اس سے کم نماز نہیں...... دوسرا مسئلہ یہ کہ نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات بیٹھنا ضروری ہے...... الغرض متعدد احادیث میں یہ اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ نماز کی ہر دو رکعت پر تشہد کیا جائے...... اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ نماز وتر میں دو رکعت پر تشہد کو واجب نہ کیا جائے۔ (صفحہ ۱۸۰-۱۸۱)

**اہلحدیث** یہ وہی روایت ہے جس میں تہجد کی دو دو رکعت پر سلام کا ذکر ہے اور آخر میں ایک وتر پڑھنے کا حکم ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ والی ضعیف روایت سے اس حدیث کا مفہوم واضح کرنے کی جسارت بھی خوب رہی۔ لدھیانوی صاحب حضرت عائشہ رضؓ والی ضعیف روایت کو اس صحیح حدیث کے مطابق بنائیے یعنی ہر دو رکعت پر تشہد و سلام پھیرا جائے اور آخر میں ایک اکیلا وتر پڑھا جائے اور یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ آپ نے اندھیرے میں تیر چلانے کی کوشش تو کی لیکن وہ اُلٹا آپ ہی کے سینے میں پیوست ہو گیا۔

**حنفی** | سوم، جن روایات میں یہ آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ، سات یا نو وتر پڑھا کرتے تھے، ان کی تشریح گزر چکی ہے کہ ان میں صلوٰۃ اللیل اور وتر کے مجموعہ پر "وتر" کا اطلاق کر دیا گیا ورنہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ آپؐ کے وتر تین رکعت ہوتے تھے۔ اور جیسا کہ سعد بن ہشام کی روایت میں گزر چکا ہے، ان کی دو رکعتوں پر تشہد بھی پڑھا کرتے تھے مگر سلام نہیں پھیرتے تھے بعینہ یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔ (ص ۱۸۱-۱۸۲)

**اہلحدیث** | ہم نے ان سارے مقامات پر باصول محدثین آپ کو بتا دیا ہے کہ آپ نے غلط تاویل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جن ۔۔ ایتوں سے آپ نے تشہد کا شبہ ظاہر کیا ہے۔ ان کا بھی جواب دیا جا چکا ہے کہ یہ محض آپ حضرات کی خوش فہمی ہے۔ لہٰذا حنفیہ کا مذہب اس ۔۔ میں احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے۔

**حنفی** | چہارم: شریعت میں ایسی کوئی نماز نہیں ہے جس میں صرف ایک رکعت کو جائز رکھا گیا ہو ۔۔۔۔۔۔ (ص ۱۸۱)

**اہلحدیث** | شریعت میں ایک رکعت کا وجود ہے اور برابر ہے اس کا منکر احادیث نبویہ سے نابلد ہوگا۔ ایک رکعت وتر پر تو اتنی روایتیں احادیث میں منقول ہیں کہ ایک ضخیم کتاب بن جائے اور اسی طرح صلاۃ الخوف میں بھی ایک رکعت ثابت ہے۔

بقیہ باتوں کا جواب بالتفصیل پچھلے صفحات میں دیا جا چکا ہے۔

اب قارئین خود سمجھ لیں گے کہ اس باب میں حنفیہ حدیث نبوی کو چھوڑ کر کس مصیبت میں پھنس چکے ہیں کہ وہ مصیبت ٹالے بھی نہیں ٹلتی اور ٹلے گی بھی کیوں؟ اللہ پاک نے صاف صریح الفاظ میں فرما دیا ہے (فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم۔ النور آیہ ۶۳) پس یہ لوگ سُنّتِ نبویہؐ کو بدلنے کی فکر میں مبتلا ہیں۔ وہ عذاب دنیا کے ساتھ عذاب آخرت میں بھی گرفتار ہونگے۔

**حنفی** | تیسرا مسئلہ: قنوت وتر کے لئے تکبیر اور رفع یدین: اس مسئلے میں چند اُمور قابلِ ذکر ہیں۔ اوّل، اس میں اختلاف ہوا ہے کہ قنوت صرف وتر میں پڑھی جائے یا نمازِ فجر میں بھی۔ اور رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا رکوع کے بعد؟ حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ قنوتِ وتر ہمیشہ ہے اور وہ رکوع سے پہلے ہے اور قنوتِ نازلہ، جو نمازِ فجر میں خاص حوادث کے موقع پر پڑھی جاتی ہے، رکوع کے بعد ہے (اس کے بعد لدھیانوی صاحب نے چند روایات ذکر کی ہیں) ص ۱۸۳-۱۸۴

**اہل حدیث** | ان روایتوں کے ذکر سے آپ کی کیا مراد ہے۔ تینوں روایتوں میں سے کسی ایک میں بھی قنوت وتر کا ذکر نہیں۔ بخاری والی روایت میں ایک ماہ کا ذکر ہے اور اس کی تشریح دوسری روایتوں سے ہوتی ہے کہ جب کبھی کسی قوم پر بددعاء یا دعا کرنی ہوتی تھی تو آپؐ پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھتے تھے اور پھر اس میں رکوع کے بعد کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے لیکن قبل و بعد کا نہیں بلکہ مطلق پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کے متعلق یہ وضاحت ہے کہ حتی الوفات قنوت پڑھتے رہے اگر اس حدیث کو پہلی حدیث سے ملحق کریں تو معاملہ یہ ہوگا کہ جب بھی کوئی ایسا موقع حضور کی زندگی میں یا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کی زندگی میں ایسا آیا تو وہ حضرات قنوت پڑھتے رہے یہاں تک کہ ان کا دور ختم ہو گیا۔ آخر میں

روایت کی صحت اگر ثابت ہو جائے تو حنفیہ تو کبھی تسلیم نہیں کریں گے اور اہل حدیثوں کے لیے مضر نہیں گویا ان تینوں روایتوں کا تعلق وتر سے نہیں ہے۔ پھر ان کو قنوتِ وتر کی دلیل میں ذکر کرنا کیا معنی۔ پھر وہ متعدد احادیث کہاں ہیں جو صرف قنوتِ وتر پر دلالت کرتی ہیں۔ علماء احناف کی بیچارگی یہاں معراج کو پہنچی ہوئی ہے۔

**حنفی** | دوم: جو حضرات رکوع سے قبل قنوت کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک قراءت اور قنوت کے درمیان فصل کرنے کے لئے قنوت کے لیے تکبیر کہنا سنت ہے (اس کے اثبات میں امام طحاوی کا قول نقل کیا ہے) ص ۱۸۴

**اہلحدیث** | سنتِ شرعیہ کے لیے دلیلِ شرعی ضروری ہے ورنہ زید بکر جو چاہیں کسی بات کو سنت کہہ دیں۔ امام طحاوی نبی تو نہیں کہ جو کچھ وہ فرما دیں آمنا و صدقنا۔ جناب اگر آپ کے پاس کوئی دلیل سنت سے ہے تو لائیے ورنہ ضد و ہٹ دھرمی چھوڑ کر سنت کو قبول کر لیجئے اور یہی راہِ نجات ہے۔

**حنفی** | سوم: قنوتِ وتر قبل الرکوع متعدد احادیث سے ثابت ہے (اس کے بعد احادیث نقل کی گئی ہیں ص ۱۸۴-۸۷)

**اہلحدیث** | قنوت وتر قبل الرکوع و بعد الرکوع دونوں ثابت ہیں لہٰذا کوئی قبل الرکوع پڑھے یا بعد الرکوع دونوں میں سے کسی میں حرج نہیں البتہ کسی ایک ہی طریقے پر ضد اور ہٹ دھرمی قابلِ ترک ہے۔ البتہ یہاں جن روایتوں سے استدلال کیا گیا ہے وہ تقریباً ساری روایتیں متکلم فیہ ہیں۔ چنانچہ امام مزی تحفۃ الاشراف ج ۱ ص ۱۹ پر فرماتے ہیں۔ قد روی ہذا الحدیث غیر واحد عن زبید فلم یذکر احد منہم فیہ [illegible] قبل الرکوع۔ یعنی اس حدیث کو زبید سے بہت سے راویوں نے روایت کیا ہے لیکن کسی نے بھی [illegible] رکوع سے پہلے قنوت پڑھنے کا ذکر

نہیں کیا۔

عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت پر کلام خود ہی نقل کیا ہے۔ ابن عمرؓ والی روایت پر بھی کلام منقول ہی ہے۔ ابن عباس والی روایت صحاح میں موجود ہے لیکن قنوت کا ذکر نہیں ہے۔ حلیۃ الاولیاء ج ۵ ص ۶۲ پر یہ روایت ہے۔ ابو نعیم نے تخریج کے بعد ہی فرمایا۔ غریب من حدیث حبیب بن العلاء تفرد بہ عطاء۔ یعنی یہ حدیث غریب (ضعیف) ہے۔ علاء سے روایت کرنے میں عطاء منفرد ہے اور یہ عطاء بن مسلم صدوق ہونے کے باوجود کثیر الخطاء ہے۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ کتاب الحجہ سے نقل تو کر دیا ہے۔ سند کا حال معلوم نہیں لیکن گمان غالب ہے کہ یہ روایت بھی متکلم فیہ ہی ہوگی۔ وسنراجع ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا واقعہ تو نقل کر دیا لیکن اس پر جو ہیثمی نے نقد کیا ہے اُسے چھوڑ دیا۔ ہیثمی فرماتے ہیں رواہ الطبرانی فی الکبیر وھو منقطع اور ابن ابی شیبہ نے جو سند بیان کی ہے اس میں لیث بن ابی سلیم ہے۔ والکلام فیہ معروف۔

ابن ابی شیبہ کی روایت غالباً قابل قبول ہے لیکن ابن ابی شیبہ کا جو قول ج ۳ ص ۳۰۶ سے نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے لدھیانوی صاحب نے براہِ راست نقل نہیں کیا ہے کیونکہ وہاں جو قول ہے وہ اس طرح ہے: "ھذا القول عندنا" اور جس روایت کے بعد یہ کلام منقول ہے وہ روایت بھی متکلم فیہ ہے۔

**حنفی** | چہارم: جہاں تک قنوتِ وتر کے لیے تکبیر اور رفع یدین کا تعلق ہے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل روایات ہیں (اس کے بعد موصوف نے ابن ابی شیبہ سے حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں رکوع سے قبل قنوت پڑھنے کا ذکر ہے)

**اہلحدیث** | لیکن اس میں اولاً تو تکبیر کا ذکر نہیں ثانیاً

اس میں ابان بن ابی عیاش راوی ہے جو متروک ہے، اس سے قبل خود مولانا لدھیانوی نے اس پر دار قطنی وغیرہ کا کلام نقل کیا ہے پھر اس سے استدلال کیا؟

ایک روایت الاستیعاب کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں قرادت سے فراغت کے بعد تکبیر کہہ کر قنوت پڑھنے کا ذکر ہے۔ لیکن یہ روایت بھی مذکورہ متروک راوی (ابان بن ابی عیاش) ہی کی ہے۔ گویا یہ بھی قابلِ التفات نہیں۔ اسی لیے غالباً آپ نے اسے الگ نمبر دیا، گویا یہ پہلی روایت کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ غالباً یہ مسئلہ بھی آپ کے نزدیک واضح نہیں کہ ایک ہی سند سے اگر ہزاروں کتب سے ایک ہی روایت نقل کر دی جائے تو کسی ایک کو بھی تقویت نہیں ہوگی۔

اس کے بعد تین آثار نقل کئے ہیں جن کے الفاظ ہیں کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِذَا قَنَتَ فِی الْوِتْرِ اور یرفع یَدَیْهِ فِی الْقُنُوْتِ اور ان کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ ابن مسعودؓ قنوتِ وتر کے لئے رفع یدین کیا کرتے تھے" اور حضرت عمرؓ قنوت میں رفع یدین کیا کرتے تھے"، گویا ان سے رفع یدین عند التکبیر پر استدلال کیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ حالانکہ یہ آثار رفع یدین عند التکبیر کے معنی میں نہیں بلکہ رفع الیدین عند الدعاء کے بارے میں ہیں۔ یعنی دعائے قنوت پڑھتے وقت ہاتھ اٹھا لیا کرتے تھے جس طرح کہ اہل حدیث کے ہاں معمول ہے اس سے قنوت کے لئے تکبیر کہنے پر استدلال کرنا تقلیدی ذہن ہی کا کرشمہ ہے۔ موصوف ذرا تحقیق سے کام لیتے تو اس سے قطعاً استدلال نہ کرتے۔

اور سب سے آخر میں امام نخعی کا قول نقل کیا گیا ہے کہ "جب تم قنوت پڑھنا چاہو تو تکبیر کہو اور پھر بحوالۂ امام محمدؒ کہا گیا ہے کہ ہم احناف کا عمل اسی کے مطابق ہے کہ قنوت سے پہلے کی تکبیر میں رفع یدین کرے جیسا کہ نماز کے شروع میں کیا جاتا ہے۔ پھر ہاتھوں کو رکھ لے اور دعائے قنوت پڑھے۔ یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے (ص ۱۰۷ - ۱۰۹)

لیکن ہم عرض کریں گے کہ امام نخعی کا یہ قول بھی بالآخر ایک اُمتی ہی کا قول ہے جو نہ صحابی ہے اور نہ وہ اپنے اس عمل کو کسی حدیث مرفوع سے ثابت کرتا ہے پھر اس میں صرف تکبیر کا ذکر ہے لیکن اس اثر پر امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ نے رفع یدین مصطلحہ کا اضافہ بھی کر دیا۔ اب آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ یہ کس طرح صحیح ہوا؟

جناب یہ وہ دلائل ہیں جن پر علماء احناف امام طحاوی سے لے کر اب تک دادِ تحقیق دیتے آ رہے ہیں۔ اور عمل بھی برابر جاری ہے لیکن آج تک کسی کی صحت کوئی ثابت نہ کر سکا۔ (باقی)

## بقیہ: مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی

کے ایک خفیہ معتمد انگریز مسمی پامر نے دارالعلوم دیوبند کا معائنہ کیا جس سے متاثر ہو کر جو ریمارکس دیئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

"جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپیہ کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ پر کر رہا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلافِ سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد معاون سرکار ہے"[۱]

یہ ہیں علمائے دیوبند کے وہ اکابر جنہیں آج کل جنگِ آزادی کا ہیرو اور انگریز کا سب سے بڑا مخالف باور کرایا جا رہا ہے۔ (باقی)

---

[۱] مولانا محمد احسن نانوتوی ص ۲۱۷

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

# صنم پتھر کے

مصنف : پروفیسر کمال عثمانی

ضخامت : درمیانہ سائز۔ سفید کاغذ ۱۱۲ صفحات (بلا قیمت)

ناشر : پروفیسر کمال عثمانی۔ امیر حزب اللہ۔ توحید روڈ کیماڑی۔ کراچی

پروفیسر کمال عثمانی صاحب علوم دینیہ کے فاضل اور قدیم اور جدید علوم میں خاصی دستگاہ رکھتے ہیں۔ عقیدۃً سخت قسم کے (STAUNCH) توحید پرست ہیں۔ ان کے اس عقیدے کی پختگی جنون (FANATICISM) کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ ان کا یہ جوش و جذبہ بلاشبہ قابل تحسین اور لائق تقلید ہے۔ جب شرک و بدعت کا بے ہنگم شور، غوغا آرائی اور ہنگامہ پیرائی کی حد تک پہنچ جائے تو اس کا مقابلہ اسی قسم کی عصبیت اور ایسی ہی عزیمت و استقامت کا متقاضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی بعثت ایسے ہی وقتوں پر ہوتی آئی ہے جب لوگوں نے زمین و آسمان کے مالک سے آنکھیں بند کر کے اپنی زمین کی مٹی اور اپنے ہی پہاڑوں کی چٹانوں سے اپنے اپنے مشکل کشا تراش لئے تھے۔ مجددین اور مصلحین کی آمد بھی ایسے ہی مواقع پر واقع ہوتی رہی جب ملوک و سلاطین نے خدائی کا منصب سنبھال لیا اور لوگوں نے بھی "ز سنگ راہ مولائے تراشی" کا وطیرہ اختیار کر لیا۔

اس وقت پاکستان میں شرک کا فتنہ جس شدت سے فروغ پذیر ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھا۔ شہر شہر اور قریہ قریہ بزرگوں کی بے شمار قبریں مشرکین کی آماجگاہ بنی ہوئی ہیں۔ پرانے بزرگوں کے مقبروں اور خانقاہوں کی تعمیر تو نہایت وسیع پیمانے پر ہو رہی ہے اور ان پر سر بفلک گنبد اور مینار کھڑے کئے جا رہے ہیں۔ ان کی عظمت و جلال نے جہلاء ہی نہیں اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے دلوں میں بھی عقیدت و خود سپردگی کا جذبہ پیدا کر دیا ہے جس سے وہ شرک کی آغوش میں گرتے چلے جاتے ہیں۔

انبیاء کی بعثت کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا مگر آپ کی تعلیمات قیامت تک ہر دور کے لیے کفایت کرتی ہیں۔ علمائے امت کو انہی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے "ورثۃ الانبیاء" کا منصب عطا کیا گیا ہے اور وہ گذشتہ چودہ پندرہ صدیوں سے یہ فریضہ انجام دیتے چلے آ رہے ہیں۔ پروفیسر صاحب مذکور انہی علماء میں سے ہیں جن کا قلم اس فریضے کی ادائیگی میں نہایت شدت سے برسرِ پیکار ہے۔

زیر نظر کتاب پر اس سے پیشتر الاعتصام (۳۰ اپریل ۸۲ء) میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ یہ کتاب اب دوبارہ نصیر احمد ناقر صاحب نے موضع بہادر خاں ضلع اٹک سے روانہ کی ہے۔ اس کتاب میں نہ صرف قبروں پر روا رکھے جانے والے شرک کی تردید میں قرآن و حدیث کی تعلیمات پیش کی گئی ہیں بلکہ مقابر پر قبے اور دیگر تعمیرات کی تاریخ تک بیان کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرونِ اولیٰ سے صدیوں بعد ان کو "مزارات" کی حیثیت حاصل ہوئی جس کا مطلب ایسی زیارت گاہوں کا ہے جن کا سفر تبرکاً و تقرباً الی اللہ کیا جاتا ہے حالانکہ حدیث نبویؐ کی رُو سے ایسی زیارت گاہیں (یعنی مزار) صرف تین ہیں۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس)۔ ان تین متبرک مقامات کے علاوہ کسی بھی قبر کو مزار کہنا اور سمجھنا اور بقصد تبرک و تقرب ان کے لئے شدِ رحال کرنا جائز نہیں ہے۔

بہرحال یہ کتاب ہمارے واعظین اور مبلغین کے لئے خاصے استفادے اور استفاضے کی چیز ہے جو مذکورۃ الصدر پتے سے مفت طلب کی جا سکتی ہے۔

# اطلاعات و اعلانات

## ماہانہ تبلیغی پروگرام جمعیت اہلحدیث لاہور شہر

۳ فروری بروز جمعہ : چھتی کھوئی : مولانا نذیر احمد صاحب
۶ 〃 〃 سوموار : مسجد الحسن تاجپورہ : مولانا محمد سلیمان
اڈہ مغل پورہ : انصاری صاحب
۱۰ 〃 〃 جمعہ : مسجد ربانی شالامار ٹاؤن : مولانا عبد المجید صاحب
۱۵ 〃 〃 بدھوار : توحید گنج مغل پورہ : محمد اسحاق علوی
۲۱ 〃 〃 منگل : مصری شاہ : مولانا عبد اللطیف صاحب
۲۴ 〃 〃 جمعہ : پونچھ روڈ اسلام پارک : پروفیسر عبد الرحمن صاحب
۲۶ 〃 〃 اتوار : جلو موڑ : مولانا حافظ محمد جعفر صاحب
۲۸ 〃 〃 منگل : نئی آبادی لاہور کینٹ : مولانا محمد سلیم گھلوی

جملہ پروگرام بعد نماز مغرب ہوں گے۔

(محمد اسحاق علوی ناظم اعلیٰ جمعیت اہلحدیث لاہور شہر)

## مردان میں دو روزہ جہاد کانفرنس

مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث محلہ گڑھی خانخیل ہوتی مردان میں ایک عظیم اجتماع جہاد فی سبیل اللہ کے موضوع پر ہوا جس میں سعودی عرب کے حضرت علامہ الشیخ محمود رجبی مصطفیٰ حمدان کے علاوہ مقامی علماء اور امیر مجاہدین مولانا جمیل الرحمن مدیر الجامعۃ الاثریہ و الشیخ ابوعمر عبد العزیز النورستانی اور دولت انقلاب اسلامی افغانستان کے وزیر خارجہ، شیخ القرآن والحدیث مولانا محمد ابراہیم محمود الزمان وغیرہم نے فلسفہ جہاد پر اپنے اپنے زریں خیالات کا اظہار فرمایا۔ اس اجتماع میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ جلد از جلد اس ملک میں اسلامی قانون نافذ کرے تاکہ ملک میں فحاشی، عریانی، لادینیت، شرک و بدعات کے سیلاب پر قابو پایا جا سکے (ناظم تنظیم طلبہ اہلحدیث ضلع مردان سلفی)

## مدرسہ سلفیہ للبنات فیصل آباد

مدرسہ سلفیہ للبنات فیصل آباد کی انتظامیہ نے مسز سلمیٰ کوکب کی جگہ آنسہ فاطمہ گل کو سیکرٹری نامزد کیا ہے۔ احباب ادارہ کے انتظامی امور کے متعلق سیکرٹری کے نام اور بیرونی امور سے متعلق راقم الحروف سے خط و کتابت کریں (عبد الولی زاہد معتمد امور خارجہ مدرسہ سلفیہ للبنات ربانی منزل مدرسہ سٹریٹ گوبند پورہ۔ فیصل آباد)

## اپیل برائے تعاون مدرسہ

گوجرانوالہ کی ملحقہ بڑی آبادی شاہین آباد میں مدرسہ کے لئے ایک پلاٹ زمین ۵ ہزار روپے کی خریدی جا چکی ہے۔ اور مدرسہ فاروقیہ اسلامیہ کے نام سے مدرسہ جاری کر دیا گیا ہے جس کی سرپرستی شیخ الحدیث مولانا ابو البرکات احمد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ فرما رہے ہیں۔ اور مولانا محمد خالد گرجاکھی کی زیر نگرانی کام ہو رہا ہے۔ تمام مخیر حضرات بھرپور تعاون فرمائیں۔ (محمد یوسف ثاقب ناظم مدرسہ فاروقیہ اسلامیہ اہلحدیث شاہین آباد گلی ۳ بی بلاک جی ٹی روڈ گوجرانوالہ فون ۸۲۱۴۴ پی پی)

## "وحدت الوجود" پر کتابچہ

ادارہ عالم اسلامی دعوۃ السلفیہ ملتان کی جانب سے نظریہ وحدۃ الوجود پر ایک سیر حاصل مضمون شائع کر کے تقسیم کیا جا رہا ہے۔ ایک روپیہ اشاعت فنڈ بھیج کر درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

(ملک عبد الصبور بھٹہ ناظم اعلیٰ ادارہ عالم اسلامی دعوۃ السلفیہ پرانی غلہ منڈی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر)

## تبدیلیٔ پتہ

بندہ حافظ فیض الرحمٰن صدیقی ابن فیض عالم صدیقی شہیدؒ جامعہ اہل حدیث محلہ مستریاں جہلم سے منتقل ہوکر کچھ عرصہ کے لئے فیض نگر ڈاکخانہ بڑھنگ تحصیل بھمبر ضلع میرپور آزاد کشمیر (براستہ گجرات) میں منتقل ہوگیا ہے۔ تمام احباب مجھ سے نئے پتہ پر خط وکتابت کریں (حافظ فیض الرحمٰن صدیقی)

## اخبار الوفیات

۱۔ میاں عبدالمجید صاحب (ایس اے مجید نیشنل فین شاہدرہ) کی اہلیہ محترمہ ۲۰ جنوری بروز جمعۃ المبارک وفات پاگئیں۔

۲۔ میاں محمد ابراہیم صاحب (حسین پورہ لاہور) کی اہلیہ محترمہ ۲۳ جنوری بروز سوموار وفات پاگئیں۔

۳۔ قاری محمد عارف ولد نواب دین رحمانی (عثمانوالہ) کی خالہ زاد بہن مورخہ ۱۲-۱-۸۴ بروز بدھ وفات پاگئیں۔

۴۔ حکیم حبیب الرحمٰن صاحب (چک ۱۰/۱۷۰-آر ضلع ملتان) کے والد گرامی الحاج علی محمد صاحب مورخہ ۱۶ جنوری کو وفات پاگئے۔

۵۔ ۲۲/۱/۸۴ کو حافظ خوشی محمد صاحب مہتمم مدرسہ حفظ القرآن والحدیث چک ۱۶۸، ۹-ایل ضلع ساہیوال کے والد محترم وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ادارہ الاعتصام تمام مرحومین کے لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اور اپنے قارئین سے سب کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل کرتا ہے۔

## درخواست دعائے صحت

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی صحت

بحمداللہ پہلے سے کافی بہتر ہے مگر تاحال نقاہت باقی ہے احباب ان کی صحت کاملہ کے لئے اپنی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں (ادارہ)

## یہ رقم کس کی ہے

کسی صاحب نے ہمارے مدرسہ کے نام منی آرڈر بھیجا ہے لیکن پتہ نہیں تحریر کیا لہٰذا وہ مکمل پتہ بھیج کر اپنی رسید حاصل کریں (محمد یوسف ثاقب ناظم مدرسہ فاروقیہ اسلامیہ اہل حدیث شاہین آباد گلی ۳ بی بلاک جی ٹی روڈ گوجرانوالہ)

## بقیہ :- وفیات الاعیان

تاج محمود مرحوم کی خدمات سب سے نمایاں ہیں۔ آخری ایام میں بھی آپ اپنی جدوجہد میں حسب معمول سرگرم تھے۔ مگر پیک اجل کی آمد کے باعث ؎

خاموش ہوگیا ہے چمن بولتا ہوا

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

۵۔ پانچویں محترم بزرگ جمعیت کے نامور عالم مولانا عبدالخالق قدوسی صاحب کے والدگرامی حاجی غلام محمد صاحب تھے جو ۸ جنوری ۱۹۸۴ء کو وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نہایت پارسا، تہجد گزار اور متقی ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت خلیق اور ملنسار تھے۔ اپنے علاقے میں ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں میں ہردلعزیز اور قابلِ احترام شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی وفات پر کوٹ رنجیت (ضلع شیخوپورہ) ہی کے لوگ محزون وملول نہیں تھے بلکہ جمعیت اہل حدیث کے اراکین دور دراز سے ان کے جنازے میں شرکت کے لئے پہنچے اور مولانا قدوسی صاحب کے اس رنج وغم میں برابر شریک ہوئے۔ حاجی صاحب مرحوم کی وفات ان کے لواحقین ہی میں نہیں گردونواح میں بھی شدت سے محسوس کی گئی۔

ہم مرحوم کی مغفرت اور بلندیِ درجات کے لئے دعا کرتے ہوئے مولانا قدوسی اور ان کے برادران گرامی سے تعزیت کرتے ہیں اور ان کے لئے صبرِ جمیل کی دعا کرتے ہیں۔

کشمینا
اُون
کشمینا اُون جیسی کوئی اُون نہیں"
حاجی محمد ابراہیم اینڈ سنز
۶۲۔ شاہ عالم مارکیٹ، لاہور
فون: ۶۶۱۳۵

نام بھی اچھا — کام بھی اچھا
صُوفی سوپ ہے سب سے اچھا
صُوفی سوپ
گذشتہ اٹھائیس ۲۸ سال سے آزمایا ہوا!
صُوفی سوپ ہر قسم کے کپڑوں کی دُھلائی کیلئے
تمام صابنوں اور پوڈروں سے بہتر ہے،
تار: صوفی سوپ
فون: ۶۴۵۲۲
۵۴۵۲۳
صُوفی سوپ فیکٹری رجسٹرڈ
۳۹ فلیمنگ روڈ
لاہور

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE